© rasailojaraid.com

قیامِ پاکستان کی اساس

اسلام سے مسلسل غداری

قومی اسمبلی میں آٹھویں ترمیمی بل پر ۹ اکتوبر ۱۹۸۵ء کو شام ۶/۷ بجے حضرت شیخ الحدیث رح نے حسب ذیل خطاب فرمایا جسے مولانا حافظ انوار الحق صاحب مدظلہ نائب مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نے قلمبند کیا ——— (ادارہ)

گذارش ہے کہ جیسے آپ کو معلوم ہے میں کمزور ہوں کھڑے ہو کر نہیں بول سکتا۔

سپیکر: ہاں ٹھیک ہے آپ بیٹھ کر تقریر کریں۔

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جنابِ سپیکر و معزز اراکین! آئین کے اندر آٹھویں ترمیم کا بل زیرِ بحث ہے، اس بحث پر معزز اراکین نے پُرمغز اور معنی خیز تقاریر کر کے اس ترمیم کی ظاہری خوبیاں اور برائیاں مختلف اوقات میں بیان کیں۔ خدا کا فضل و کرم ہے کہ جس قدر اراکین اسمبلی ہیں ان میں معزز علماء، وکلاء و سیاست دان و دیگر کمالات کے جامع لوگ اس ایوان میں موجود ہیں۔ آپ سے گذارش ہے کہ مجھے نہ محاذ آرائی کرنی ہے اور نہ مخالفت برائے مخالفت! بلکہ میرا مقصد ایک اہم مسئلہ کی طرف آپ حضرات کو توجہ دلانی ہے۔ وہ یہ کہ ان ترامیم یا آئین میں بہت دفعات ہیں لیکن میں اس ایک دفعہ کے متعلق جس کا تعلق نفاذِ شریعت سے ہے کچھ عرض کرنے کی کوشش کروں گا۔

قیامِ پاکستان کا نعرہ تقریباً ۴۰/۴۵ سال قبل جب شروع ہوا اس وقت راہنمایان و مقتدیانِ قوم نے اپنے ہر اجلاس و اجتماع میں تحریکِ پاکستان کا مقصد لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ قوم کو بتایا، عوام یہ سمجھ کر کہ ہمارے لیے ایسے ملک کا مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ جس میں اللہ کی حکومت ہوگی، خدا کے دیئے گئے اختیارات چلائے جائیں گے۔

تاریخ ہمارے سامنے ہے کہ جن لوگوں نے خدائی حکومت میں خدا کے دیئے ہوئے نظام کو جاری رکھا، ان لوگوں کے افعال و اقوال و برکات اسلامی تاریخ کا ایک سنہری باب کہلاتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ امیرِ مملکتِ اسلامی ہیں۔ حکومتِ خداوندی کے ایک بہت بڑے خطہ کے بادشاہ و امیر المومنین ہیں، آپ کے گھر والی نے ایک دن عرض کیا کہ دل چاہتا ہے کہ ایک دن کوئی میٹھی چیز کھانے کو ملے، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ مجھے بیت المال سے جو روزینہ ملتا ہے (مثلاً اس زمانے کے آٹھ آنے) اس میں میٹھی چیز تیار نہیں ہو سکتی۔

چند دن بعد بیوی نے میٹھی چیز کھانے میں پیش کر دی، حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا کہ یہ چیز کہاں سے ملی؟ بیوی نے عرض کیا کہ آپ کو جو روزینہ ملتا ہے اس سے کچھ حصہ (مثلاً ایک ایک پیسہ) جمع کرتی رہی جس سے یہ میٹھی چیز تیار ہوئی، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خود بیت المال کے خزانچی کو بلا کر حکم دیا کہ میرے روزینہ سے وہ زیادہ حصہ کاٹ دیا جائے جس سے واجبی کھانے وغیرہ کے علاوہ زیادہ چیز تیار کی گئی تھی۔

آپ اندازہ لگائیں کہ خدائی حکومت میں امیر المومنین کتنی احتیاط کا مظاہرہ فرماتے تھے، اور یہی حالت ہمارے عوام کی بھی تھی کہ تحریکِ پاکستان کے نعرہ کے وقت یہ تصور کیا کہ ہمارے امراء و برسرِ اقتدار طبقہ بھی اپنی خوش لباسی اور عیاشی کو چھوڑ کر اسی نقشِ قدم پر چلیں گے۔

اسلامی حکومت کی ایک اور مثال کہ حضرت عمرؓ ساری ساری رات گلیوں اور جنگلوں میں پھرا کرتے تھے کہ کہیں کسی غریب کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ اسی دوران ایک رات جنگل میں ایک بدو کے خیمہ سے کسی کے کراہنے کی آواز سنی حضرت عمرؓ نے آواز دے کر بلایا، کراہنے کی وجہ پوچھی، اس نے بتایا کہ بیوی وضع حمل کی تکلیف میں مبتلا ہے، حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ کوئی نرس وغیرہ ہے؟ بدو نے کہا کہ ہم غریبوں کے پاس نرس کہاں سے آئی۔

حضرت عمرؓ فوراً گھر گئے، آدھی رات کا وقت ہے اپنی بیوی ام کلثومؓ کے پاس گئے جو امام الانبیاء کی نواسی اور حضرت علیؓ و حضرت فاطمہؓ کی بیٹی ہے، بادشاہِ وقت کی بیوی گویا ملکہ ہے، کوئی ایسی ویسی عورت بھی نہیں، ماجرا سنا کر ان کو اُس بدو کی بیوی کی خدمت کے لیے لے جا رہے ہیں۔

حضرت ام کلثومؓ (بدو کی بیوی کی) خدمت کرنے لگیں، حضرت عمرؓ اور بدو خیمہ سے باہر بات چیت کرنے میں مصروف ہیں، اتنے میں اندر سے حضرت ام کلثومؓ نے آواز دی امیر المومنین مبارک ہو آپ کا بھتیجا پیدا ہو گیا ہے۔ بدو جو کہ ابھی تک امیر المومنینؓ کو پہچانتا نہیں تھا، امیر المومنین کا لفظ سُن کر کپکپانے لگا، ڈرنے لگا کہ یہ کیا ہوا، امیر المومنینؓ کو اتنی تکلیف دی! امیر المومنینؓ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے اس کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا گھبرائیے مت! یہ میرا اسلامی فریضہ تھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ میں جو کہ انصاف و عدل کا ایک تاریخی دور تھا۔ ایک چرواہا جنگل میں رونے لگا لوگوں نے وجہ پوچھی کہ آخر تم کو کیا ہوا کہ رو رہے ہو؟ اُس نے کہا کہ ہمارا نوجوان امیر یعنی عمر بن عبدالعزیزؒ انتقال کر گئے، لوگوں نے کہا کہ کیا تمہارا دماغ خراب ہوا، تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ نہ فون ہے اور نہ اور کسی ذریعے سے تمہیں اطلاع ملی ہے، اس نے جواب میں کہا کہ میں ایک چرواہا ہوں اور جانور چرا رہا ہوں اور عمر بن عبدالعزیزؒ کے دو سال کے اقتدار کے دوران جنگل میں بکریاں، شیر چیتا وغیرہ ایک جگہ چرتے پھرتے رہے، کسی ایک نے دوسرے کو نہ پھاڑا نہ چھیڑا اور نہ حملہ کیا، لیکن آج ایک شیر نے میری بکری پر حملہ کر کے مار ڈالا جس سے میں سمجھ گیا عمر بن عبدالعزیزؒ کے برکت دا انصاف کا دور ختم ہو گیا، انصاف اُٹھ گیا، ظلم نے پھر سر اٹھایا۔

میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ خدائی حکومت کی برکات اتنی ہوتی ہیں کہ پھر خدا کی قسم نہ فوج کی ضرورت پڑتی ہے نہ پولیس کی اور نہ کسی حفاظتی اداروں کی، جب رأس الحکمة مخافة اللہ کے مطابق اللہ کا خوف دل میں آجائے، سب کچھ درست ہو جاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں ہم جو چیز بازار سے خریدتے تھے کبھی یہ خوف نہ ہوتا کہ دوکاندار کبھی کم چیز ہمیں دے گا اور اگر کبھی ایسا ہو جائے تو یقین تھا کہ وہ کمی وہ دوکاندار خود پوری کر کے گھر پہنچا دے گا۔

ہمارے عوام نے بھی لا الٰہ کا نعرہ سن کر جو خدائی حکومت کا نعرہ تھا اس کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا کر میدان میں نکلے، پاکستان کے لیے قربانیاں دیں، سعی شروع کی۔

چاہیئے تو یہ تھا کہ پاکستان بنتے ہی لا الٰہ الا اللہ کا وعدہ پورا کرتے لیکن اس کی بجائے حکمران کرسیوں کے چکر میں رہے

<u>پوائنٹ آف آرڈر</u>: نصرت علی شاہ! ابھی مولانا نے ذکر فرمایا نہایت ادب و احترام سے پوچھتا ہوں کہ حضرت عمرؓ کی شادی حضرت ام کلثومؓ سے ہوئی تھی، یہ درست نہیں آتی کم سنی!

<u>مولانا عبدالحق</u>: قرآن کے بعد اصح الکتب بخاری میں حدیث ہے کہ ام کلثومؓ حضرت عمرؓ کی بیوی تھی۔

<u>شاہ تراب الحق</u>: ہم کسی کو اپنا مسلک چھوڑنے پر مجبور نہیں کرتے مگر جہاں تک ام کلثومؓ کے حضرت عمرؓ کی بیوی ہونے کا رشتہ کا تعلق ہے، جیسے مولانا نے فرمایا ہے بالکل ٹھیک ہے۔ امام نسائیؒ نے نسائی میں دو جنازوں کے ایک ساتھ پڑھنے کے سلسلوں میں ایک باب باندھا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اُم کلثومؓ حضرت عمرؓ کی بیوی ہے۔

<u>نصرت علی شاہ</u>: کیا مولانا فرمائیں گے کہ اس وقت حضرت اُم کلثومؓ کی عمر کیا تھی؟

<u>سپیکر</u>: مولانا اس متنازعہ بحث کو چھوڑ دیں۔

اچھا تو میں عرض کر رہا تھا کہ ہمارے عوام نے اسلام کا نعرہ سُنا، خوشی سے اپنی تمام چیزوں و جائیدادوں کو چھوڑا کہ اسلام کے زیرِ اثر زندگی گذاریں گے۔ اس قربانی و جذبہ کی خاطر اب بھی کروڑوں مسلمان ہندوں کے یرغمالی ہیں، لاکھوں مہاجرین کر یہاں آئے ہزاروں شہید ہوئے، ماؤں بیٹیوں کی عصمت دری ہوئی اور اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ ہندوستان، ببرک کارمل اور روس مسلمانوں اور پاکستان کو ختم کرنے کے درپے ہیں، تحریکِ پاکستان کے خلاف مصروفِ عمل ہیں، حالانکہ ہمارے عوام نے یہ سب کچھ اسلام کی بالادستی کے لیے برداشت کیا اور اب بھی عوام اور ہماری جان و مال اسلامی نظام و پاکستان کی بقاء کے راستے میں قربانی کے لیے حاضر ہے۔

پھر اسلام کے نام پر ریفرنڈم و الیکشن ہوا کامیاب ہوئیں اِس چھ مہینے میں ہم نے کون سی ایسی چیز قوم کو اسلام کے لیے پیش کی جس سے قوم کو اطمینان دلا سکیں؟

اب ہم سوچیں کہ کیا یہ قربانیاں چند کرسیوں کے لیے تھیں کہ ہم کو صرف کرسی ملے، اقتدار ملے؟ نہیں اس لیے پاکستان نہیں بنایا تھا، ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۶ء تا ۱۹۵۸ء تک قریباً دس برس اسی کرسی سے اتارنے چڑھانے میں گذرے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ پاکستان بنتے ہی الا اللہ کا وعدہ پورا کرتے لیکن اِس کی بجائے حکمران کرسیوں کے چکر میں رہے، فلاں کہتا کہ میری اکثریت ہے دوسرا کہتا میری اکثریت — اب آپ کو معلوم ہے کہ ۱۹۷۰ء میں وہ مشرقی پاکستان جو تحریکِ پاکستان میں سب سے آگے تھا صرف اسلامی نظام کے جذبہ سے حصہ لے رہا تھا، مگر جب دیکھا کہ کرسیوں کی جنگ ہے اسلام کے لیے کچھ ہونا ممکن نہیں تو اب سوچا کہ متحد رہنے کا فائدہ نہیں، چنانچہ تسبیح کا ہار ٹوٹنے سے جیسے سارے دانے بکھر جاتے ہیں ہم سے اتحاد ختم کر کے الگ حکومت بنا دی۔ جب اسلام کا دعویٰ تھا ایک تھے جب وہ نہ رہا انہوں نے ہم سے الگ ہو کر اپنے لیے بنگلہ دیش بنا دیا۔ اِس کے بعد پھر نظامِ مصطفےٰ کا اعلان ہوا، تحریک چلی، لوگوں نے جیلیں کاٹیں، شہید ہوئے یہاں تک کہ ہمارے موجودہ برسرِ اقتدار لوگوں نے نظامِ مصطفےٰ کا اعلان کیا، معاملہ مجلسِ شوریٰ تک آیا، اعلانات ہوئے، قانونِ شُفعہ، شہادت، قانونِ عدل و انصاف کے مژدے سُنائے گئے لیکن آپ نے دیکھا کہ حکومت نے کوئی اطمینان بخش کام قوم کو نہ دیا۔ پھر اسلام کے نام پر ریفرنڈم و الیکشن ہوا، کامیاب ہوئیں، اس چھ مہینے میں ہم نے کون سی ایسی چیز قوم کو اسلام کے لیے پیش کی جس سے قوم کو اطمینان دلا سکیں؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بہر حال کچھ طمع تو تھی، کل پرسوں ترسوں اسلام کے لیے ہو جائے گا۔ چنانچہ اب ترمیموں کا مسئلہ شروع ہوا، ہم سمجھ رہے تھے اسلام کی بالادستی کا ترمیم آئے گا جبکہ دفعہ ۲۰۳ سی میں پابندیاں لگا دی گئیں، کئی مستثنیات ہیں۔ پرسنل لاء، مالی امور اور دستوری مسائل کو شریعت کورٹ میں چیلنج کرنے سے مستثنیٰ کر دیا گیا۔ گویا مطلب یہ ہوا کہ چالیس پچاس سال سے اسلام کا جو نام لیا جا رہا تھا اس کے لیے کچھ کرنے کا ارادہ ہی نہیں، شریعت پر ہم نے پابندی لگا دی، خدا کے سامنے ہم کیا جواب دیں گے۔

ترمیم میں جو شقوق شریعت کے موافق ہیں اس کو مانیں گے جو خلافِ شرع ہیں ہم اس کا برملا انکار کریں گے۔ ہم سے روزِ محشر خدا پوچھے گا کہ تم نے اسلام کے نام پر ریفرنڈم کیا، اسلام کے نام پر الیکشن ہوا مگر تم نے اسلام کے نام پر کیا کیا۔

سپیکر:۔ جناب ختم کر دیں۔

مولانا:۔ اچھا شکریہ!

اسلامی حکومت کی برکات اتنی ہوتی ہیں کہ پھر خدا کی قسم! نہ فوج کی ضرورت پڑتی ہے نہ پولیس کی اور نہ کسی حفاظتی اداروں کی جب رأس الحکمۃ مخافۃ اللہ، کے مطابق اللہ کا خوف دل میں آجائے تو سب کچھ درست ہو جاتا ہے۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمہ اللہ

بقیہ: ۷۳ء کا دستور (صفحہ ۷۶ سے)

ویران ہو جاتی ہے۔ اسلام میں اوقاف کا مستقل قانون اور نظام ہے کہ مسجد پر وقف کی گئی اموال مسجد ہی پر خرچ ہوں گی۔ ہسپتالوں یا دیگر رفاہ عامہ کے کاموں میں بھی یہی اصول ہو گا۔ یعنی واقف کی نیت کے مطابق اسی مصرف پر اوقاف صرف ہوں گے۔

دیکھئے قوم آئین چاہتی ہے اور ہمیں وہ آئین بنانا چاہیئے جو قوم کی امنگوں کے مطابق ہو ورنہ مجھے ڈر ہے کہ خدانخواستہ ہم موردِ عذاب بن جائیں گے۔

ہماری ایسی ترمیمات آئین سازی میں روڑے اٹکانا نہیں بلکہ بعض دفعات کے کچھ اجزاء کو بڑھانا ہے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ ایسا آئین تیار ہو جو سب کے نزدیک مسلّم ہو اور اگر اس میں کچھ وقت زیادہ بھی گذر جائے تو حرج نہیں کیونکہ جب ۲۶ برس تک ملک بے آئین رہا تو مہینہ دو مہینہ غور و فکر اور باہمی مفاہمت کے لیے بڑھ بھی جائے تو کیا حرج ہے۔

افسوس کہ ہم مغربی جمہوریت کے ہاتھوں بے بس اور مجبور ہیں کہ نہ دفعہ کا مطلب اور مقصد معلوم ہوتا ہے نہ اس کی اہمیت اور ضرورت کا احساس حالانکہ ایک ترمیم کے ساتھ ایمان کے اس سلوک سے آئندہ قوم پر کیا کچھ گذرے گی۔ ہم آنکھیں بند کر کے ہاتھ اٹھا دیتے ہیں۔ تو گویا ہم نے قوم کو چھری سے ذبح کر دیا۔ ایک ایک دفعہ ۶ کروڑ مسلمانوں کے لیے ہم بنا رہے ہیں۔ اگر کسی دفعہ میں مذہب، مال و جان اور قوم کی جائیداد کے تحفظ کے لیے کوئی ترمیم آتی ہے آپ اسے بغیر سمجھے مسترد کر دیتے ہیں تو لاکھوں کروڑوں آدمی اس کی زد میں آجاتے ہیں۔ اسی لیے ایک ایک دفعہ کو پورے غور سے سمجھئے، اسے اسلام کے مطابق بنائیے پھر اس پر سوچ سمجھ کر رائے دیں۔ اس میں نہ حزبِ اختلاف کی بات ہے نہ حزبِ اقتدار کی۔ سپیکر صاحب ہم سب کے لیے قابلِ احترام ہیں۔ ان سے بھی یہی اپیل ہے۔ صدر صاحب سے بھی اور پیرزادہ صاحب سے بھی جنہوں نے فرمایا ہے کہ ہم معقول ترامیم مانیں گے۔

© rasailojaraid.com